بہارِ نجد | قدیم زمانے میں سرزمین نجد عرب کا بہار آفریں اور حسن خیز خطہ رہا ہے، یہیں قیس عامری کا وجود بیان کیا جاتا ہے جو مجنوں، لیلیٰ کے لقب سے آج تک عربی، فارسی اور اردو کی محبوب ترین شخصیت سمجھا جاتا ہے اور اسی نے ان زبانوں میں نجد کے نام کو روشن کر رکھا ہے۔ اسی سرزمین میں سے ایک دفعہ ایک بادیہ نشین شاعر بہار کے ایام میں اپنے دوستوں کے ساتھ سوار ہو کے گذر رہا تھا کہ اس "جنت ارضی" کی عطر بیز ہواؤں نے اس کو سرمست بنا کر بے اختیار یہ اشعار اس کی زبان سے برآمد کرا دیئے

تمتع من شمیم عرار نجد　　فما بعد العشیۃ من عرار

الا یا حبذا نفحات نجد　　وریا روضۃ بعد القطار

"یعنی اے دوست تو سرزمین نجد کی خوشبودار گھاس "عرار" سے جلد لطف اندوز ہو کیونکہ بعد از شب عرار کی یہ خوشبو نہیں رہیگی (کیونکہ ہم وہاں سے کوچ کر جائیں گے) نجد کی ہوا کے خوشگوار جھونکے کیا ہی نشاط انگیز ہوتے ہیں، خصوصاً بارش کے بعد گلشن نجد کی عطر بیز ہوا نہایت لطف دیتی ہے"

آگے چل کر یہی شاعر کہتا ہے کہ جس وقت ہمارا قبیلہ نجد میں فروکش ہوتا ہے تو ہمارے خاندان کی رہائش اس لطف کو دوبالا کر دیتی ہے۔ اس وقت ہمیں زمانے کی بالکل شکایت نہیں ہوتی عیش و مسرت کی گھڑیاں اس قدر جلد گزر جاتی ہیں کہ ہمیں کسی مہینے کے نہ نصف کا پتہ چلتا ہے اور نہ آخری دنوں کا

کیفیت ابر و باراں | مشہور شاعر امرؤ القیس اپنے مشہور قصیدہ "معلقہ" کے آخری حصہ میں مناظر بہار کا نقشہ کھینچتے ہوئے ابر و باراں کی کیفیت یوں بیان کرتا ہے۔

"اے دوست! تم بجلی کو دیکھ رہے ہو۔ اس کی چمک ابر آلودہ آسمان میں ایسی معلوم ہوتی ہے کہ جیسے دونوں ہاتھوں کی چمک سے حرکت پیدا ہو رہی ہو لے بجلی کی چمک کہئے یا یوں سمجھے کہ وہ راہب کے چراغ ہیں جنہیں تیل ڈال کر اس نے اور روشن کر دیا ہو۔

اس قسم کی تشبیہ علامہ اقبال مرحوم نے مسلمانوں کے ایمانِ کامل کے بارے میں استعمال

کی ہے جس سے اس کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے وہ فرماتے ہیں۔

گماں آباد ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیل رہبانی

آگے چل کر امرء القیس کہتا ہے :-

" آسمان اور بجلی کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابر دائیں سمت قطن تک چھایا ہوا ہے اور بائیں طرف ستار اور یذبل تک اس کی وسعت ہے۔ اتنے میں یہ ابر موضع کتیفہ کے ارد گرد پانی برسانے لگا۔ بارش کے آغاز میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ایک بزرگ آدمی دھاری دار کمبل لپیٹے بیٹھا ہو۔ اس کے بعد صحرائے غبیط میں بارش نے اپنا مال و متاع پھینک دیا (جس سے پھل پھول نکل آئے) اور رنگا رنگ پھل پھول اور برگ و گیاہ سے یہ وادی ایسی معلوم ہوتی تھی) کہ ایک یمنی سوداگر بھاری بھاری گٹھریاں لاد کر آیا ہے اور اس نے نہایت خوبصورت پوشاکیں اس وادی میں پھیلا رکھی ہیں۔ وادی کے مکاپرندے اس صبح ایسے مست اور بیخود تھے کہ گویا انھیں تیز شراب پلائی گئی ہے "۔

طرفہ اور لبید امرء القیس کے بعد طرفہ بن العبد عرب کا جواں مرگ شاعر بھی " چھائی ہوئی گھٹا " کا بیحد دلدادہ تھا۔ اس نے نوجوانوں کی تین مسرت انگیز خصائل میں اس کو بھی شمار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

وتقصیر یوم الدجن والدجن معجب ببھکنۃ تحت الطراف المعمد

" یعنی خوشگوار ابر آلود دن کو ایک نازک اندام اور خوش اخلاق پری پیکر کی صحبت میں ایک وسیع خیمہ کے اندر گذار دیا جائے "۔

" سبعہ معلقہ " کے شاعروں میں سے " لبید بن ربیعہ العامری " مشہور شاعر تھے جنھیں مسلمان ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا تھا وہ بھی " سبعہ معلقہ " کی مشہور نظم کے آغاز میں دیارِ محبوب کے آثار اور نشانات کے محو ہونے پر نوحہ کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔

"ان مقامات اور آثارِ شکستہ کو موسم بہار کی خوشگوار عمدہ اور ہلکی بارش نے سیراب کیا تھا جس میں بجلی کی کڑک کی آمیزش تھی۔ ان مقامات پر صبح وشام اور شب متواتر بارشیں برستی رہی تھیں اور بڑے زور کی گرج بھی تھی۔"

اسلامی دور میں جب عربی شاعری نے ترقی کی تو عربی زبان میں اس وقت کے بلند اور نازک تخیلات سے ایک عجیب قسم کی لطافت، لچک اور سلاست پیدا ہوگئی اور چونکہ عربی زبان کو عراق، ایران، ترکستان، شام اور مصر میں بھی فروغ حاصل ہوگیا تھا اور عربی النسل نوجوان ایسے علاقوں میں آباد ہوگئے تھے جہاں قدرت کی فیاضی نے بہشت کا نمونہ پیش کر رکھا تھا اس وجہ سے خلافتِ بنی امیہ اور خلافت عباسیہ میں عربی زبان کی بزمیہ بہاریہ اور عاشقانہ شاعری کو بہت عروج حاصل ہوا اور اس دور کی شاعری میں ایران کی بہار آفریں شاعری کی تمام خصوصیات بدرجۂ اتم آگئیں۔ لہذا ہم تمام تفصیلات کو نظر انداز کرتے ہوئے عربی زبان کی ان تین نظموں کا خلاصہ پیش کرتے ہیں جو دورِ متوسط میں خاص موسم بہار پر لکھی گئی ہیں اور جس میں بہار کی سحر کاریوں کو نہایت عمدہ پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ قوم کی بدذوقی کی وجہ سے ہم محض ان کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں جس سے اصل خوبی کا اندازہ پورے طریقے سے نہیں کیا جاسکتا۔

بدیع الزماں ہمدانی | عربی ادب کی مشہور کتاب "مقاماتِ بدیعی" کے مصنف بدیع الزماں ہمدانی نے جو عربی نثر و نظم دونوں میں ید طولیٰ رکھتا ہے موسم بہار کا نقشہ اپنی نظم میں اسی طرح کھینچا ہے۔

"موسم بہار پوری رونق کے ساتھ ہم پر نمودار ہوگیا ہے۔ دیکھو زمین اور آسمان کیسے دلکش دکھائی دیتے ہیں۔ موسم بہار کی آب وہوا اور دلکشی سے خاک مشک عنبر بن گئی ہے۔ پانی صندل اور کافور کی طرح صاف اور خوشبودار ہے۔ اس موسم میں پرندے مطرب دلنواز کی مانند گیت گا رہے ہیں۔ موسم بہار کے چھینٹے جب گلاب کے پھول پر پڑتے ہیں تو وہ اپنی

خوشبو سے ہمارے دماغ کو معطر کر دیتا ہے۔ موسم نے کیا ہی اچھا ہمارے لئے سامانِ تفریح مہیا کر دیا ہے اور مناظرِ قدرت کے دلدادگان کے لئے یہ عجیب منظر ہے۔"

مقری الوحش | مشہور شاعر "مقری الوحش" اپنی بہاریہ نظم کی ابتدا اس طرح کرتا ہے۔

"آسمان میں ابر گریاں ہے اور وہ قطراتِ شبنم کے آنسو سے کام لے رہا ہے باغوں میں پھول مسکراتے ہوئے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے فرش پر زبرجد چمک رہا ہو، یہ خداوند تعالیٰ ہی کے کام ہیں جو اپنی صنعت کاری میں لاثانی اور یکتا ہے۔ باغیچوں میں گل لالہ اور گل آس اپنی بہار دکھلا رہے ہیں اور پرندے خدا کی حمد و ثنا میں مشغول ہیں، پانی کبھی اچھل رہا ہے اور کبھی مسلسل بہتا ہے۔ بادِ نسیم چل رہی ہے جس کی وجہ سے درخت رقص کر رہے ہیں گلاب اور یاسمین کے پھول ابھی بند تھے کہ یکایک غنچے شگفتہ ہوگئے۔ گلِ نسرین تبسم کناں ہے اور اس نے چمن کو تازہ خوشبو سے مہکا دیا ہے۔ گل اقحوان اپنی تلوار اور ڈھال کے ساتھ شمشیرِ بے نیام کی طرح دکھائی دے رہا ہے۔ تشنہ لب نرگس، ہجراں نصیب غمگین عاشق کے مشابہ ہے جو گم کردہ راہ ہو۔ یہ چمنستان ایک جامع مسجد کی مانند ہے جس میں پھولوں کے تختے فرش کا کام دے رہے ہیں۔ اور ترنج کی قندیلیں اس میں آویزاں ہیں۔ پرندے اس چمن میں شاخوں کے منبروں پر خطبہ پڑھ رہے ہیں (وہ ہمارے ہیں) اور ہزار حمد و ثنا کے گیت گا رہے ہیں۔

ابوالحسن زنباع | فقیہ ابوالحسن زنباع موسم بہار کی رنگینیوں کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

"موسم بہار نے شگفتگی اور تر و تازگی کا لباس پہن لیا ہے۔ ویرانی کے بعد اب زمین سرسبز ہو گئی اور خشک سالی کے بعد ہی سرزمین نعمتِ الٰہی کا مظہر بن گئی ہے اور ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ یہ زمین بڑھاپے کے بعد از سر نو جوان ہوگئی ہے اس کی حالت زار پہ

ترس کھا کر بادلوں نے اپنی آنکھوں سے گریہ وزاری شروع کردی تھی (برسنے لگے تھے) مگر مجھے ان پھولوں پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ گریۂ ابر سے کیسے شگفتہ ہوگئے ہیں اور اس کی ترشروئی (گرجنے اور کڑکنے کی آواز) سے وہ کیوں خوش ہیں۔ دراصل پھولوں کی شگفتگی اس طرح سے ہوئی کہ بادل ان کی بلند زمینوں پر برسے اور تمازت آفتاب نے انھیں پیدا کیا۔

کیا تم پھولوں کو نہیں دیکھتے ہو کہ ہر ایک پھول (کثرت کی وجہ سے) ایک دوسرے پر سوار ہے تاآنکہ وہ ایک دوسرے کی شاخیں معلوم ہوتی ہیں۔ پرندے ان کی شاخوں پر بیٹھے ہوئے طرح طرح کے نغمے الاپ رہے ہیں۔ جب وہ چہچہاتے ہیں تو شاخیں جھومنے لگتی ہیں گویا کہ وہ ان نغموں سے مسرور ہوکر رقص کررہی ہیں۔"

یہ ان نظموں کا نمونہ ہے جو خاص طور پر موسم بہار پر تحریر کی گئی ہیں ورنہ بہار کا تذکرہ ان کی عشقیہ شاعری اور فارسی کے قصائد کی طرح عربی قصائد کی "تشبیب" میں بھی پایا جاتا ہے اور اس کا اثر ان کے کلام پر اس قدر ہے کہ بہار کے لوازم پھول اور پھلوں کی تعریف اور ان کے بارے میں نادر اور لطیف تشبیہوں سے نازک خیال شعرائے عرب کا کلام بھرا پڑا ہے اور محبوبہ کے سراپا کی تعریف میں اس قسم کی نادرو پاکیزہ تشبیہیں ان کے کلام میں پائی جاتی ہیں کہ بے اختیار ان کی تخیل آرائی کی داد دینی پڑتی ہے۔ اس قسم کے اشعار کا نمونہ ہم شمالی افریقیہ اور جزیرۂ سسلی کے مشہور شاعر اور نقاد ابن رشیق کے کلام سے پیش کریں گے۔

ابن رشیق اور بہار ابن رشیق نے شعر کی ماہیت اور تنقید شعر پر کتاب العمدہ کے نام سے عربی میں ایک زبردست کتاب لکھی ہے۔ چنانچہ حقیقت شعر سے متعلق اس کے نتائج افکار کو اہل یورپ نے بھی تسلیم کیا ہے اور اس کے خیالات کی داد دی ہے مگر افسوس ہے کہ جزیرۂ صقلیہ کے

اس بے مثل شاعر کا کلام مکمل حالت میں موجود نہیں ہے تاہم جو مختصر مجموعہ اس کا دستیاب ہوا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ باغ و بہار پھل اور پھولوں کی توصیف میں ابن رشیق نے اپنی لطیف قوتِ متخیلہ کی مدد سے نہایت نادر اور عمدہ تشبیہیں سپرد قلم کی ہیں جن کی مثالیں مغربی ادب میں بھی بہت کم ملتی ہیں۔ شاعر موصوف انار کے ایک گنجان باغ کی توصیف میں اس طرح رقمطراز ہے۔

"میں نے باغ میں کیا اچھے مناظر دیکھے (باغوں میں درخت اس قدر تھے) کہ درختوں کی شاخوں نے مشرق کے آفتاب کو چھپا رکھا تھا۔ انار کے پھلوں کے جوڑے ایسے نظر آتے تھے کہ گویا کہ وہ مضبوط طلائی قندیلیں ہیں۔"

ایک خوبصورت لڑکے کے ہاتھ میں سیب دیکھ کر شاعر موصوف یوں تخیل آرا ہے:۔

"شامی سیب سرمگیں چشم والے آہو (لڑکے) کے ہاتھ میں ہے اُس کے سیب کی سرخی شرم آلود رخسارے کی سرخی سے مشابہ ہے۔"

موسم بہار میں بنفشہ کی روئیدگی کو دیکھ کر شاعر پکار اٹھتا ہے۔

"بنفشہ ایسے وقت میں نمودار ہوا ہے کہ جب نہ موسم گرما ہے اور نہ سردی کی شدت ہے جب ہم اس کے قریب آئے تو وہ لاجوردی لباس پہنے ہوئے تھا۔"

گلِ لالہ کو ابنِ رشیق کی قوتِ متخیلہ اس طرح پیش کرتی ہے۔

"میں نے گلِ لالہ کی سرخی کو ملاحظہ کیا جس کے ارد گرد سیاہی کی آمیزش تھی یہ سرخ پھول اس سیاہی کی آمیزش کے ساتھ ایسا نظر آتا ہے جیسے کہ بچے کے ہونٹوں پر روشنائی لگ گئی ہو۔"

ابر کے برسنے اور اس میں بجلی کے چمکنے کی شاعرانہ توجیہ صرف ایک شعر میں اس طرح بیان کی ہے:

خلیلیّ ھل للمزن مقلۃ عاشق   ام النار فی احشاءھا وھی لاتدری

یعنی اے میرے دوستو! کیا بادل عاشق کی آنکھ ہے؟ (جو ہر وقت ابر کی طرح آنسو بہاتی ہے اور غم آلود ہے) یا اس کے اندر آگ ہے جس کی اُسے خبر نہیں (مگر وہ بجلی کی شکل میں اس کے اندر موجود ہے)"۔

شاعر موصوف نارنگی کے درختوں کی تصویر اس طرح کھینچتا ہے۔

"نارنگی کے درختوں کا رومان انگیز منظر دیکھ کر ہم مبہوت رہ گئے جبکہ ان کی شاخیں جھکی ہوئی تھیں اور شاخوں پر نارنگیاں لٹکی ہوئی ایسی معلوم ہوتی تھیں کہ زبرجد کے آسمان پر عقیق کے ستارے درخشندہ ہیں"۔

ابن المعتز کا انداز بیان | نارنگیوں کے رنگوں کی تشبیہ و توجیہ کے سلسلے میں مشہور عباسی شہزادہ عبداللہ بن المعتز نے (جس کے شاعرانہ کارناموں کا تذکرہ ہم کسی گذشتہ اشاعت میں کر چکے ہیں) اس سے بہتر تخیل آرائی کی ہے۔ ابن المعتز کہتا ہے۔

کانما النارنج لما بدت　　صفر تہ فی حمرۃ کاللھیب
وجنۃ معشوق رای عاشقاً　　فاصفر ثم احمر خوف الرقیب

یعنی "نارنگی ایسے موقع پر جبکہ اس کی سرخی میں زردی شعلہ کی طرح نمودار ہو جاتی ہے اس محبوب کے رخسار کی مانند ہے جو عاشق کو دیکھ کر رقیب کے ڈر سے زرد ہو جاتا ہے اور اس کے بعد ہی رخسار سرخی مائل ہو جاتا ہے"۔

ایک ہی چیز میں زردی اور سرخی کی شاعرانہ توجیہ کو اس نوجوان شاعر نے نہایت بے مثل انداز میں بیان کیا ہے۔ نارنگی کے بارے میں اسی شاعر عباسی کی دوسری نادر تشبیہ ملاحظہ ہو۔

وکانما النارنج فی اغصانہ　　من خالص الذھب الذی لم یخلط
کرۃ رماھا الصولجان الی الھوا　　فتعلقت فی جوہ لم تسقط

یعنی: شاخوں پر نارنگیاں خالص سونے کی گیندیں معلوم ہوتی ہیں جنھیں گیند کے بلے نے اوپر

ہوا میں پھینک دیا ہو اور وہ وہیں خلا میں اٹک کر رہ گئی ہوں اور وہاں سے نہیں گرتیں۔"

کیا مغربی شاعروں کا آرٹ اس سے بہتر تخیل پیش کرسکتا ہے؟

ابن رشیق کی زبان سے خیام کا فلسفۂ مسرت بھی سن لیجئے جو موسم بہار میں ہر نوجوان کے دل میں موجزن ہوتا ہے۔

"اے دوست صبح سویرے ہی خوشیوں سے لطف اندوز ہوجاؤ اور مسرت انگیز گھوڑے پر سوار

ہوکر جلد پہنچو اس سے پیشتر کہ چاشت کا آفتاب صبح برسنے والے بادلوں کو جذب کرلے"

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ابن رشیق کے رفیق باصفا ابن شرف قیروانی کے دو شعر پیش کردیں جو اس نے بانسری کی تعریف میں لکھے ہیں۔ ابن شرف کہتا ہے۔

"خدا اس زمین کو سیراب کرے جہاں تیرے چوب کی پیداوار ہے جس کی وجہ سے شاخیں اور

درخت بھی پاکیزہ ہوگئے ہیں، جب اس بانسری کی چوب سرسبز تھی تو اس وقت اس پر بیٹھکر

طیور خوش نوا گیت گاتے تھے مگر جب یہ چوب خشک بن گئی تو اس پر حسینان نازک اندام

ترنم ریز ہیں۔"

عربی نثر میں بہاریہ مضامین | عربی شعرا و ادیب مغربی اور فارسی شعراء سے کم مناظر قدرت کے دلدادہ نہ تھے وہ موسم بہار میں محو گلگشت چمن رہتے تھے اور کھلی فضا میں ان قدرتی نظاروں سے لطف اندوز ہونا ان کا خاص شیوہ تھا ایسے موقع پر ان کے شاعرانہ تخیل کو جو چیز اپنی طرف مائل کرلیتی تھی اس پر بے ساختہ ان کی زبان سے اشعار موزوں ہوجاتے تھے اور مختلف شعرا ادبا موازنہ اور محاکمہ کے طور پر ایسے موضوع پر طبع آزمائی کرتے تھے۔ اس قسم کا ایک واقعہ شاعر مذکور ابن رشیق کے بارے میں کتب ادب میں مذکور ہے کہ شاعر موصوف اپنے ہمعصر شاعروں کے ساتھ شہر سے باہر

کھلی فضا میں محو گلگشت چمن رہا اور ابر آلودوں میں گل لالہ کے باغ میں نازک اور لطیف اشعار سے مختلف شعرا طبع آزمائی کرتے رہے۔ ہم اس بزم سخن کو طوالت کے خوف سے نظر انداز کرتے ہیں۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ اور موسم بہار میں شاعروں کی سیر و تفریح کا حال مشہور عربی نثر نگار ابوالقاسم الحریری نے اپنی مشہور کتاب "مقامات حریری" کے چوبیسویں مقالہ "قطیعیہ" میں نہایت دلکش انداز میں بیان کیا ہے صاحب موصوف فرضی راوی حارث بن ہمام کی زبانی رقمطراز ہیں۔

"موسم بہار میں مجھے بغداد کے مشہور و معروف محلہ "قطیعۃ الربیع" میں چند ایسے نوجوانوں کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا جن کے چہرے موسم بہار سے زیادہ شاداب اور خنداں تھے ان کے اخلاق گلہائے بہار سے زیادہ شگفتہ تھے اور ان کی گفتگو بہار کی نسیم سحری سے زیادہ شیریں تھی چنانچہ میں نے ان کے فیضِ صحبت سے وہ لطف اٹھایا جس نے رنگین لالہ حسن افروز بہار کو بھی مات کر دیا اور چنگ و رباب کے نغموں سے زیادہ ہمیں محظوظ کیا۔ ہم نے پیمانِ رفاقت کو اس قدر مستحکم کر رکھا تھا کہ ہر ایک کو اس بات سے منع کر رکھا تھا کہ وہ تن تنہا کسی چیز سے لطف اندوز ہو خواہ وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو۔

چنانچہ ایک دن جبکہ گھٹا چھائی تھی اور دن نہایت ہی خوشگوار تھا (فضا ایسی مست کر دینے والی تھی) کہ بہار کی گھٹائیں شراب صبوحی پی لینے پر مجبور کرتی تھی، ہم نے کسی سبزہ زار کی طرف گلگشت کرنے کا ارادہ کیا تاکہ ہم پُر فضا چمنوں کو "جنت نگاہ" بنائیں اور اپنے دل و دماغ کو ابر و باراں کے نظاروں سے تر و تازہ کریں۔ لہٰذا ہم سب احباب نے جو سال کے بارہ ماہ کی تعداد پر مشتمل تھے اور شاہ حیرہ جذیمہ الابرش کے ہمنشینوں کی طرح مودت و اخلاص میں کامل ۔ ۔ ایک ایسے چمنستان کی طرف رخ کیا جو اپنی خوبی میں لاجواب تھا اور گلہائے رنگ رنگ سے مزین تھا (اس سیر میں) شرابِ ارغوانی

بھی ہمارے ساتھ تھی۔ حسین ساقی اور ایسے مطرب دلنواز بھی ہمراہ تھے جن کے نغمے "فردوسِ گوش" کا حکم رکھتے تھے۔"

عربی نثر کا یہ نمونہ "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر پیش کیا گیا ہے ورنہ اگر ان بہاریہ مناظروں اور مضامین کا ترجمہ کیا جائے جو عربی ادب کی کتابوں میں موجود ہیں اور جن پر عربی ادیبوں نے اپنی تمام فصاحت و بلاغت صرف کی ہے تو اس کے لئے یقیناً ایک طویل دفتر درکار ہوگا لہذا وقت کی کمی اور طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

یہ ملحوظ خاطر رہے کہ ہم نے دیدہ و دانستہ قدیم عربی ادب سے مثالیں پیش کی ہیں کیونکہ جدید عربی ادب تو مغربی ادب کی پیروی میں ہر قسم کے بہاریہ مضامین اور قدرتی مناظر کشی سے مالامال ہے صرف قدیم عربی پر ناواقفیت کی بنا پر مغربی اور مشرقی نقادوں کی طرف سے بار بار یہ اعتراضات کئے جاتے ہیں کہ وہ بہاریہ مضامین اور مناظر قدرت کی صحیح عکاسی سے خالی ہے اس لئے ہماری یہ ابتدائی کوشش صرف اس لئے ہے کہ ہم ان اعتراضات کو رفع کریں۔ امید ہے کہ ہماری یہ خامہ فرسائی دیگر اہلِ قلم کو اس طرف متوجہ کرے گی کہ وہ زیادہ تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

غبارِ خاطر

مولانا آزاد کے علمی اور ادبی خطوط کا دلکش اور عنبر بیز مجموعہ۔ یہ خطوط موصوف نے قلعہ احمد نگر کی قید کے زمانہ میں اپنے علمی محب خاص نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی کے نام لکھے تھے جو رہائی کے بعد مکتوب الیہ کے حوالے کئے گئے اس مجموعے کے متعلق اتنا کہدینا کافی ہے کہ یہ مولانا ابوالکلام جیسے مجمع فضل وکمال کی تالیفات میں اپنے رنگ کی بے مثال تراوشِ قلم ہے قیمت چار روپے

مکتبہ برہان دہلی قرول باغ